یورپ کے نومسلم احمدی اپنے ایمان اخلاص اور قربانی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کر رہے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم ستمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

❁❁❁

☆ دورہ یورپ سے متعلق بعض بہت ہی مبشر خوابوں اور رؤیا کا تذکرہ۔

☆ ’’تشنہ روحوں کو پلا دو شربت وصل و بقا‘‘۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا وہ ان سے اس دنیا میں ہی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔

☆ میں ایک ذرّہ ناچیز ہوں اگر کوئی احمدی مجھ سے پیار کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک مقام پر فائز کیا ہے۔

☆ ہر احمدی کو دنیا کا رہبر، قائد اور استاد بننے کی اہلیت پیدا کرنی پڑے گی۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گذشتہ خطبہ جمعہ میں میں نے بتایا کہ ایک خواب کی بناء پر میں چند رؤیا احباب کی خدمت میں رکھنا چاہتا ہوں۔ آج بھی میں اپنے اس خطبہ کو چند خوابوں اور رؤیا سے شروع کرنا چاہتا ہوں ویسے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیسیوں مبشر خوابیں میرے سفر یورپ کے دوران اور واپسی کے بعد بھی دوستوں نے مجھے لکھی ہیں مردوں نے بھی خوابیں دیکھی ہیں اور ہماری احمدی بہنوں نے بھی خوابیں دیکھی ہیں۔ بڑوں نے بھی دیکھی ہیں اور بچوں نے بھی دیکھی ہیں کہا گیا تھا کہ اس زمانہ میں بچے بھی نبوت کریں گے یعنی خبریں اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں گے جو سچی ہوں گی اور جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور طاقت کا اظہار ہوگا۔

آج کے لئے میں نے تین خوابوں کا انتخاب کیا ہے اور یہ تینوں خوابیں عورتوں کی ہیں۔ ایک خواب میری بزرگ کی ہے ایک میری بیوی کی ایک میری بچی کی ہے۔ اصل غرض اس سفر کی کوپن ہیگن کی مسجد کا افتتاح تھا اور اس افتتاح سے میں یہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا کہ ان اقوام کے سامنے اللہ تعالیٰ کی اس مشیت کو کھول کر اور وضاحت سے رکھ دیا جائے کہ اسلام کے غلبہ کے سامان آسمانوں پر مقدر ہو چکے ہیں اور زمین پر ظاہر ہونے والے ہیں اور اگر ان اقوام نے اللہ تعالیٰ کے اس منشاء کو نہ سمجھا تو پھر ایک ایسی ہلاکت ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے کہ جو انسانی تاریخ میں کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ لیکن چونکہ وجہ اس سفر کی کوپن ہیگن کی مسجد کا افتتاح بن گیا تھا اور اس مسجد کو احمدی مستورات کی مالی قربانیوں نے بنایا تھا اس لئے آج کے لئے میں نے مستورات کی خوابوں میں سے تین کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مکرمہ مخدومہ محترمہ آپا مریم صدیقہ صاحبہ آج کل یہاں نہیں ہیں انہوں نے ایک بڑی مبشر خواب دیکھی تھی لیکن زبانی مجھے سنائی تھی ہو سکتا ہے کہ بعض حصے چھوڑ جاؤں اس لئے میں نے ان کی اس خواب کا آج

کے خطبہ کے لئے انتخاب نہیں کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ میں یہ تین رؤیا آپ دوستوں کو سناؤں۔ میں یہ بھی آج بیان کرنا چاہتا ہوں کہ سفر پر روانگی سے چند روز قبل ایک دن صبح کے وقت جب میں اٹھا تو میری زبان پر یہ مصرعہ جاری ہوا۔

تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا

یہ مصرعہ بطور طرح مصرعہ کے میں نے محترمہ مخدومہ پھوپھی جان صاحبہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو دیا تھا اور انہوں نے ایک آدھ شعر بھی کہا ہے نظم تو مکمل نہیں کرسکیں (یہ نظم اب الفضل کے ایک شمارہ میں شائع ہو چکی ہے) لیکن بعض اور احمدی شاعروں نے اس مصرعہ کو سامنے رکھ کر بعض نظمیں بھی لکھی ہیں بعض چھپ گئی ہیں بعض شائد آئندہ الفضل میں چھپ جائیں۔ اس میں بھی دراصل اجازت دی گئی تھی اس سفر پر روانہ ہونے کی اور اس ضرورت کا احساس پیدا کیا گیا تھا کہ اقوام یورپ روحانی طور پر پیاسی ہیں اور انہیں قرآن کریم کے چشمہ سے سیراب ہونے کی ضرورت ہے اس وقت اس کے بغیر نہ وہ اقوام اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کرسکتی ہیں اور نہ اس دنیا میں باقی رہ سکتی ہیں اور جو غرض اس سفر سے تھی اس کی تفصیل کی طرف اشارہ اس چھوٹے سے مصرع میں کیا گیا تھا۔

سفر پر روانہ ہونے سے قبل ہماری بڑی پھوپھی جان نے لاہور میں یہ خواب دیکھی جو انہی دنوں انہوں نے اپنے خط میں لکھ کر بھجوائی تھی میں وہ آج سنانا چاہتا ہوں۔

حضرت پھوپھی جان صاحبہ نے عزیزم مکرم مرزا مظفر احمد صاحب کے متعلق بھی ایک منذرسی خواب دیکھی تھی اور ان کے لئے مجھے بھی لکھا تھا دعا کے لئے اور خود بہت دعا کر رہی تھیں آپ لکھتی ہیں کہ ”آج صبح نماز کے بعد (جس میں خصوصی دعا زیادہ تر ہمیشہ کی طرح آپ کے لئے اور سفر کے لئے تھی اور مظفر احمد یا جو بلا ہو کسی کی بھی ہو اس کے رفع ہونے کے لئے ہی زیادہ تر کی) سوگئی تو آنکھ کھلنے کے قریب عربی میں آواز کسی کی آرہی ہے جیسے کوئی خوش الحان قرآن شریف پڑھتا ہے مگر اثر یہ ہے کہ جیسے کسی کو مخاطب کر کے کوئی بات کرتا ہے بہت صاف آواز ہے۔ صرف زبان عربی میں کلمات ادا ہو رہے ہیں یعنی کسی سورت قرآن مجید کا خیال نہیں تھا مجھے وہ الفاظ جو یاد رہ گئے تھے وہ یہ تھے اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلَى رَحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اَلَّذِيْنَ سے پہلے کیا تھا یہ مجھے کچھ یاد نہیں۔ اس کے بعد کے الفاظ کا بھی بہت مبارک اور مبشر ہونے کا اثر تھا مگر یاد نہیں رہا صرف وہی جو میں اپنی زبان سے ساتھ ساتھ کہہ رہی تھی، یاد ہے بس یہی

الفاظ زبان پر جاری تھے کہ آنکھ کھل گئی مگر ساتھ ساتھ اور کلمات بھی گویا کہے جا رہے تھے جاگتے جاگتے ان کا پختہ احساس تھا مگر یاد صرف مجھے اتنا رہ گیا۔ دل پر اچھا خوشکن اثر تھا تو ’’اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ ‘‘ الٰہی سلسلہ جنہیں بھی مخاطب کرتا ہے اور اسلام نے ساری دنیا کو اور تمام اقوام کو مخاطب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف ہی بلا رہا ہوتا ہے سب انذاری پیشگوئیاں انسانوں کو جھنجھوڑتی ہیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ بھی بڑی مبشر خواب ہے۔

سفر کے دوران انگلستان میں منصورہ بیگم نے دو دفعہ خواب میں الفاظ سنے جو انہوں نے لکھ کر دئے میں پڑھ دیتا ہوں وہ لکھتی ہیں کہ گلاسکو جاتے ہوئے راستہ میں سکاچ کارنر ہوٹل میں ٹھہرے ہیں کہ جیسے کسی بات کا کوئی جواب دے رہا ہو۔ جواب جو دے رہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ’’اسلام کا ہی جھنڈا بلند رہے گا‘‘۔ خواب پوری یاد نہیں صرف ذہن میں یہ ہے کہ روس اور انگلستان کی کسی مخالفانہ کوشش یا بات کا جواب ہے اور یہ الفاظ تمام رات سوتے جاگتے کیفیت میں زبان دہراتی رہی۔

کوپن ہیگن میں سوتے میں ایک آواز سنائی دی ’’اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے اترنے لگے ہیں‘‘۔ آنکھ کھلی تو یہی الفاظ زبان پر جاری تھے۔ رات کے بقایا حصہ میں صبح تک یہی الفاظ بار بار سنائی دیتے رہے اور ساتھ آنکھ کھلتی رہی اور اسی طرح زبان تکرار کے ساتھ یہی الفاظ دہراتی رہی بغیر ارادہ کے۔

تیسری رؤیا میں اپنی بچی امتہ الشکور کی سنانا چاہتا ہوں۔ یہ بڑی دعا گو بچی ہے اور بڑی صابرہ۔ وہی بچی ہے جس کا پہلا بچہ ولادت کے وقت فوت ہوا اور اسی وقت آدھے گھنٹے کے بعد جب ڈاکٹر نے فارغ کیا میں اسے ملنے گیا تو مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ وہ مجھے ملی۔ بچی نے نو مہینے کی تکلیف اٹھائی ہو لیکن پیدائش کے وقت بچہ فوت ہو جائے کچھ تو گھبراہٹ ہونی چاہئے تھی چہرہ پر؟ ؟ لیکن اس قدر خوش میں نے اس کا چہرہ دیکھا کہ میں خود حیران ہو گیا اور میرے دل نے اس وقت کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہی اس کا اجر بھی دے گا۔ اتنا صبر کا اس نے مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ اپنے وقت پر جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی لڑکا تھا۔ (اور پہلے جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی لڑکا تھا) اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت مند ہے وہ۔

بڑی صابرہ ذہنیت کی بچی ہے یہ! جب میں ابھی سفر پر روانہ نہیں ہوا تھا تو اس نے ایک خواب دیکھی جو بظاہر بڑی منذر تھی اور اس کا دل دہلا دینے والی تھی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھی ہے۔ اس کے چار پانچ اجزاء تھے جن میں ہر جزو کی تعبیر نہایت ہی مبشر تھی۔ میں نے اس کو تسلی کا خط لکھا

کہ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں بڑی مبشر خواب ہے یہ تو۔

دوسری خواب اس نے ہمارے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد دیکھی۔ وہ لکھتی ہے آپ کے یورپ تشریف لے جانے کے چند دن بعد خواب میں آپ کی یورپ کو روانگی کا نظارہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا گھر ہے اور وہاں پر سب خاندان اور دوسرے احباب بھی آئے ہوئے ہیں میں دوسری منزل کی کھڑکی سے کھڑی نیچے جھانک رہی ہوں جہاں کاریں تیار کھڑی ہیں اور ابا حضور (یعنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ سب سے پچھلی کار کے پاس کھڑے ہیں آپ نے اور ابا حضور نے تیز نیلے رنگ کی اچکنیں اور سفید پگڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ (ہمارے بچے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابا حضور کہتے ہیں) ابا حضور کا جسم دبلا پتلا اور چہرہ بھی ویسا ہے جیسا کہ جوانی کی تصاویر میں دکھائی دیتا ہے اور آپ کا قد ابا حضور سے کافی لمبا ہے اتنا کہ ابا حضور آپ کے شانوں تک آرہے ہیں اور میں سوچ رہی ہوں کہ آپ تو ابا حضور کے برابر ہوا کرتے تھے اب اتنے لمبے کس طرح ہوگئے؟ ابا حضور آپ کو کچھ ہدایات دے رہے ہیں اور آپ کے پاس کھڑے لوگوں سے آپ کی تعریف کرتے جارہے ہیں اور وہ جملے جو آنکھ کھلنے تک یاد تھے اب یاد نہیں رہے پھر دور سے کوئی آواز دیتا ہے (شاید کوئی ڈرائیور ہے) کہ گاڑی کا وقت ہوگیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آپ نے تو گاڑی پر جانا ہی نہ تھا کاروں سے کراچی جانا تھا۔ وہ آواز سن کر آپ چلنے کی تیاری کرتے ہیں تو ابا حضور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بڑی تیزی اور بیتابی کے ساتھ جھٹکے سے آپ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ’’گلے تو مل لو‘‘ اور آپ فوراً اس طرح ابا حضور کے سینے کے ساتھ لگ جاتے ہیں جیسے کہ وہ مقناطیس ہوں۔ اور ابا حضور بڑی بے تابی اور پیار کے ساتھ آپ کا چہرہ، پیشانی اور گردن چوم رہے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو ہیں شاید بہہ بھی رہے ہیں یہ اچھی طرح یاد نہیں۔ آپ کے ایک طرف ہو کر امی کالا برقعہ پہن کر کھڑی ہیں۔ میں انہیں آواز دے کر کہتی ہوں۔ امی! مجھے مل لیں امی اس کھڑکی کے نیچے آتی ہیں جہاں میں کھڑی ہوں اور امی کا قد بھی اتنا لمبا ہے کہ دوسری منزل کی کھڑکی تک پہنچ رہا ہے وہیں سے وہ مجھے گلے لگ کر پیار کرتی ہیں پھر سب کاروں میں بیٹھ کر چل پڑتے ہیں اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔

یہ تینوں خوابیں (ایک تو قریباً کشفی نظارہ ہے) بہت ہی مبارک ہیں اور ان کے مطابق ہی ہم نے اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو پایا۔

اس دورہ میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارے تینوں جرمن مشنز کے پاکستانی احمدی اور جرمن احمدی مرد اور عورتیں مجھ سے ملے پھر سوئٹزر لینڈ میں ہمارا تبلیغی مرکز ہے وہاں بھی خاصی جماعت ہے مقامیوں کی ہمبرگ کا بھی یہی حال ہے پھر کوپن ہیگن میں سویڈن، ناروے اور ڈنمارک کے لوگ جمع ہوئے ہوئے تھے اور ہمارے مبلغ بھی تھے تیس اور چالیس کے درمیان تو کھانے پر ہی ہوتے۔

پھر انگلستان میں دوستوں سے ملنے کا موقع ملا جہاں اُردو بولنے والی ہندوستان اور پاکستان کے بعد سب سے بڑی جماعت ہے کئی ہزار احمدی اس وقت انگلستان میں موجود ہیں وہاں کے مقامی احمدی مسلمان اقلیت میں ہیں ہمارے زیادہ احمدی پاکستانی ہی ہیں اور میں نے ان کو توجہ بھی دلائی کہ آپ کوشش کریں کہ درجنوں کی بجائے ہزاروں لاکھوں مقامی باشندے مسلمان ہو جائیں۔ وہاں کی قلبی حالت جماعت کی بہت کچھ یہاں کی جماعتوں کی قلبی حالت سے ملتی جلتی ہے وہاں بھی بعض انگریز نو احمدی ایثار اور اخلاص کا ایک عجیب نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جیسا کہ یورپ میں بسنے والے نو احمدی مسلمان پیش کر رہے ہیں۔ جب میں انگلستان میں پڑھا کرتا تھا اس وقت انگلستان میں چند ایک احمدی پائے جاتے تھے ان میں سے بعض فوت ہو چکے ہیں ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کی عقل کو اسلام نے اپیل کی یعنی اسلام کے دلائل اور براہین کے وہ قائل ہوئے اور اپنے مذہب یا لامذہبیت کو انہوں نے چھوڑا اور اسلام کو انہوں نے قبول کیا لیکن اس عقلی ایمان کے علاوہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت (بشاشت ایمانی جسے کہا جاتا ہے) وہ نہیں پائی جاتی تھی عقلاً وہ تسلیم کرتے تھے کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے کیونکہ اس کے دلائل اس قدر مضبوط ہیں کہ اس کے دلائل کا مقابلہ کوئی دوسرا مذہب نہیں کر سکتا لیکن حسن اور احسان کے جلوے جو ایک سچے مسلمان کو اسلام میں نظر آتے ہیں وہ ان پر ابھی جلوہ گر نہیں ہوئے تھے۔

اس دفعہ جو میں وہاں گیا ہوں تو میں نے وہاں کی جماعتوں میں یہ حالت نہیں پائی۔ ہر جگہ میں نے یہ محسوس کیا کہ اسلام کے دلائل نے ان کی عقلوں کو گھائل کیا اسلام کے حسن نے ان کی بصیرت اور بصارت کو خیرہ کیا اور ان کے دلوں میں اس قدر محبت اپنی پیدا کر دی ہے کہ اس سے زیادہ محبت تصور میں بھی نہیں آ سکتی اور یہ احساس ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات دنیا کے لئے ایک محسنِ اعظم کی حیثیت رکھتی ہے اسلام کے حسن اور آنحضرت ﷺ کے احسان کے وہ شکار ہیں اور

اس کے نتیجہ میں آج وہ اتنی قربانی دینے والے ہیں کہ (میں بعض مثالیں بیان کروں گا) اس کی وجہ سے تم میں سے بعض کو شرم آ جائے۔ اتنی دور بیٹھے ہوئے کہ مرکز میں آنا جانا ان کے لئے قریباً ناممکن ہے کبھی ساری عمر میں ایک دفعہ آ جائیں مرکز میں تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کو نازل کر کے ان کے دلوں میں اس قدر اور کچھ اس قسم کی تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ یہ لوگ صحابہ رضوان اللہ علیھم کے نقش قدم پر چلنے والے ہمیں نظر آتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ان کے دلوں میں محبت کا بڑا مقام ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ آپ نبی اکرم ﷺ کے فرزندِ جلیل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے اس لئے ان کے دلوں میں محبت کا شدید جذبہ پایا جاتا ہے میں ایک رات کھانے اور نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد ہمبرگ کی مسجد میں بیٹھ گیا دو چار وہاں ہمارے پاکستانی احمدی تھے اور میرا خیال ہے کہ سات آٹھ وہاں کے جرمن احمدی مرد بیٹھے ہوئے تھے (جرمن احمدی بہنیں بھی تھیں لیکن وہ ہماری مستورات کے پاس بیٹھی تھیں) گویا مسجد میں قریباً دس بارہ کچھ پاکستانی اور زیادہ تر جرمن احمدی بیٹھے ہوئے تھے مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک آیت ۱۸۶۸ میں الہام کی یعنی

”اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ“ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۰)

اور اسی وقت آپؑ نے ایک انگوٹھی بنائی تھی جس میں پتھر کا نگینہ ہے اور جس پر یہی الہام کندہ ہے (اپنا ہاتھ اونچا کر کے حضورؒ نے فرمایا کہ یہ وہ انگوٹھی ہے) یہ بڑی برکت والی چیز ہے الہام بھی بڑا برکت والا ہے ہمارے پاکستانی احمدی تو اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ والی انگوٹھیاں کثرت سے پہنتے ہیں مجھے خیال آیا کہ اس کی برکتوں کا میں ان کے سامنے بھی ذکر کروں تا کہ ان کے ایمانوں میں تازگی پیدا ہو اس انگوٹھی کا نگینہ کچھ ہلتا ہے اس لئے میں اس کے اوپر کپڑا لپیٹے رکھتا ہوں تا کہ اس کی حفاظت رہے میں نے قینچی منگوائی اس کپڑے کو اُتارا اور میں نے ان کو بتایا کہ اس پتھر پر یہ الہام کندہ ہے پھر تذکرہ منگوایا اور اس میں سے وہ الہام ان کو دکھایا کہ اس سن میں یہ الہام ہوا تھا اس سال یہ انگوٹھی بنائی گئی تھی جو بڑی برکت والی ہے ہم اس سے برکتیں حاصل کرتے ہیں تم بھی اس سے برکت حاصل کرو اور میں نے وہ انگوٹھی اُتاری ان کو کہا کہ ہر ایک اس کو بوسہ دے۔ اخیر انہوں نے جو پیار کیا وہ تو میرے کہنے سے کیا جو کپڑا کئی ماہ اس انگوٹھی پہ رہا تھا اور جو اس کی برکت سے بابرکت بن چکا تھا کپڑے کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا میں

نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا میرے سامنے پاکستانی احمدی بھی بیٹھے ہوئے تھے اور جرمن احمدی بھی بیٹھے ہوئے تھے میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ کوئی جرمن اس کپڑے کو بطور تبرک مجھ سے مانگے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی پاکستانی پہل کر جائے اور یہ لوگ اس سے محروم رہ جائیں میرے دل میں یہ خواہش تو تھی لیکن میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ کسی جرمن احمدی کے دل میں خود یہ جذبہ، شوق اور محبت پیدا ہو اور وہ اسے حاصل کرے۔ پہلا ہاتھ جو آگے بڑھا کہ میں لینا چاہتا ہوں وہ ایک جرمن احمدی کا تھا میرا دل خوشی سے بھر گیا یہ دیکھ کر کہ محبت کامل دل میں موجزن ہے جس نے فوراً اس کے ہاتھ کو کہا ہے کہ آگے بڑھو۔ پھر ایک پاکستانی نے اسے کہا کہ اس کا آدھا مجھے دے دو اس نے کہا میں نے بالکل نہیں دینا اگر تم نے لینا ہی ہے تو ایک دھاگا نکلا ہوا تھا وہ اس نے نکالا اور کہا کہ یہ لے لو۔

کھانے پر باتوں باتوں میں میں نے دوستوں کو بتایا کہ میری تاریخ پیدائش ۱۶؍نومبر ۱۹۰۹ء ہے اس پر ایک بوڑھا جرمن جو کھانے میں شریک تھا اور میرا خیال تھا وہ احمدی ہے (لیکن وہ ابھی احمدی نہیں ہوا صرف قلبی تعلق رکھتا ہے) وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور جیب میں سے اپنا آئیڈنٹیٹی کارڈ (Identity Card) نکال کے اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ اس کی تاریخ پیدائش بھی ۱۶؍نومبر (۱۸۸۶ء) تھی۔ سن مختلف تھا لیکن ۱۶؍نومبر کی تاریخ پیدائش ہماری دونوں کی ایک ہی تھی کھانے کے بعد جب ہم بیٹھے مجھے خیال آیا کہ تاریخ پیدائش سے انسان کا ایک لگاؤ ہوتا ہے ان ملکوں میں تو خاص طور پر زیادہ لگاؤ ہے ہمارے ہاں تو یہ رسمیں نہیں ہیں لیکن ان ملکوں میں برتھ ڈے پارٹیز کی جاتی ہیں برتھ ڈے کو وہ لوگ یاد رکھتے ہیں اور انہیں ایک گونہ تعلق اس خاص دن سے ہوتا ہے اگر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تاریخوں کے الہام ان کو نکال کے دوں تو ان کی برتھ ڈے اور وہ الہام بریکٹ ہو جائیں گے اس طرح کم از کم ایک الہام یہ یاد رکھیں گے کہ اس تاریخ کو یہ الہام ہوا میں نے تذکرہ منگوا کر (۱۶؍نومبر ۱۸۸۶ء کا جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی الہام نہیں ملا) اس میں سے نومبر ۱۸۸۶ء کا ایک الہام نکال کر لکھا اور اس کا جرمن ترجمہ کروایا اور اس بوڑھے کو دے دیا بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ احمدی نہیں ہے لیکن اس نے بڑی محبت اور پیار سے وہ مجھ سے لیا اور تہ کر کے اپنے بٹوے میں رکھا اس کے بعد تو پھر سارے میرے پیچھے پڑ گئے اور جتنے وہاں کے جرمن احمدی تھے کہنے لگے کہ ہمیں بھی الہام نکال کے دیں میں بھی یہی چاہتا تھا ہر ایک کے لئے اس کی تاریخ اور سنہ کا الہام تو نہ مل سکا (سوائے ایک کے جس کی

تاریخ کا الہام غالباً مل گیا تھا) کیونکہ ان میں سے اکثر وہ تھے جن کی پیدائش ۱۹۰۸ء کے بعد ہوئی سال تو بہرحال نہیں مل سکتا تھا لیکن مہینے اور تاریخیں مل جاتی تھیں وہ الہام میں نے ان کو نکال کے اور ترجمہ کروا کے دیئے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک الہام ان کو یاد رہے اور اس سے ان کا تعلق قائم ہو جائے ہر ایک نے پیچھے پڑ کے وہ الہامات مجھ سے نکلوائے اور کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے کیونکہ ترجمہ بھی کروانا تھا اور پھر ٹائپ بھی کرنا تھا ہر ایک نے بڑی محبت سے ان الہامات کو لیا اور سنبھال کے رکھا۔ ایک کی والدہ بھی آئی تھیں اس نے کہا مجھے الہام نکال کے دیا ہے تو میری والدہ کے لئے بھی نکال دیں وہ بڑی خوش ہوگی وہ بڑا ہی مخلص جرمن نوجوان ہے چنانچہ اس کی والدہ کے لئے بھی میں نے الہام نکال کر دیا اور اتفاق کی بات ہے کہ وہ بیوہ ہے بچاری جو تنگی کی حالت میں دن گذار رہی تھی اس کے لئے الہام یہ نکلا (اس وقت مجھے الفاظ یاد نہیں) کہ بعد کے جو دن ہیں وہ پہلے دنوں کی نسبت زیادہ خوشحالی کے ہیں، کچھ اس قسم کا ذکر ہے الہام میں ویسے بھی مطلب کے لحاظ سے یہ الہام اس کو خوش کرنے والا تھا۔ برکت کے لحاظ سے تو بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں برکت ہے۔ یہ ان لوگوں کے جذبات ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں سے ظاہر ہو رہے تھے اصل میں یہ باتیں چھوٹی نہیں ہیں محبت کا اظہار جس رنگ میں بھی ہو اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا نہ چھوٹا کہا جا سکتا ہے دنیا دار کی نگاہ میں وہ چھوٹی باتیں ہیں مگر پھوٹ پھوٹ کر ان کے دلوں سے محبت بہتی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی یہ نومسلم قربانی کرنے والے ہیں مالی لحاظ سے بھی اور وقت کے لحاظ سے بھی اس وقت زیادہ تر دو ہی قربانیاں ہیں نا؟؟؟ جن کا جماعت یا ہمارا اللہ مطالبہ کرتا ہے ایک مال کی قربانی ایک وقت کی قربانی۔ وقت کی قربانی میں ہی آرام کی قربانی بھی آ جاتی ہے اور ہمارے یہ بھائی دونوں قسم کی قربانی دینے والے ہیں۔ وہاں موصی پائے جاتے ہیں اور بشاشت کے ساتھ خود وصیت کا چندہ ادا کرتے ہیں علاوہ دوسرے چندوں کے اس کے علاوہ اپنے طور پر خرچ کرتے ہیں، اسلام کی اشاعت پر ان میں بڑی عمر کے بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں اخلاص اور محبت ان میں کوٹ کوٹ کے بھری ہے ان سے مل کے طبیعت میں خوشی پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی بشاشت ایک دفعہ پیدا ہو جائے شیطانی حملوں کا خطرہ اس کے لئے باقی نہیں رہتا۔

یہ بشاشت ایمانی اس گروہ کے دلوں میں اس نے پیدا کر دی ہے اپنے فضل سے ڈنمارک میں ایک

شخص ہے عبدالسلام میڈیسن وہ احمدی ہوا اس نے اسلام کو سیکھا قرآن کریم کے ترجمے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شائع کروائے ان میں سے ہر ایک کو لے کر اس نے بڑے غور سے پڑھا پھر ڈینش زبان میں اس نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا، ان تراجم کی روشنی میں اور وہ بڑا مقبول ہوا ایک کمپنی نے اس سے معاہدہ کیا اور دس ہزار شائع کیا جس میں سے غالباً تین چار ہزار چند مہینوں کے اندر فروخت بھی ہو چکا ہے۔ کچھ رقم بطور معاوضہ کے (اس کو رائلٹی کہتے ہیں) اس کمپنی نے اس کو دی وہ ساری کی ساری رقم اشاعت اسلام کے لئے اس نے وقف کر دی ایک پیسہ نہیں لیا وہ دونوں میاں بیوی سکول میں کام کرتے ہیں ہر ایک کی قریباً ہزار ہزار روپیہ تنخواہ ہے اور ٹیکس لگ جاتا ہے ان پر قریباً ایک ہزار تو ایک ہزار بچتا ہے ہر دو کی تنخواہ سے اب جس شخص کی ایک ہزار روپیہ ماہوار آمد ہے اور اسے ٹیلی فون کا دو ہزار کا بل آ جائے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر اسلام کا درد رکھتا ہے وہ شخص۔ اگر کوئی شخص اس کو خط لکھے اسلام پر اعتراض کرے یا اسلام کے متعلق کوئی بات پوچھے اور اس کے خط میں ٹیلی فون نمبر ہے تو وہ ٹیلی فون اٹھا کے اس کو ٹیلی فون کرتا ہے وہاں ٹیلی فون کا انتظام کچھ مختلف ہے جتنی دیر مرضی ہو کوئی بات کرتا ہے یہ نہیں کہ تین منٹ کے بعد کہیں کہ تمہارا وقت ختم ہو گیا صرف بل آ جائے گا ایک گھنٹہ بھی کوئی بات کرے ایک گھنٹہ کا بل دے دیں گے وہ ویسے سستا بھی ہے کافی سستا ہے ہم ہمبرگ سے لندن فون کرتے تھے تو پتہ چلا کہ اس کے اوپر پانچ چھ روپے خرچ ہوتے ہیں تو کوئی اعتراض کر دے تو یہ شخص ٹیلی فون کے اوپر تبلیغ شروع کر دیتا ہے اعتراض دور کرتا ہے مسئلے اس کو بتانے لگتا ہے۔ ایک مہینہ میں دو ہزار روپے کا بل اس شخص کے نام آ گیا جس کی ایک ہزار روپیہ آمد تھی۔ تو بے دریغ اور بے دھڑک اسلام کی اشاعت پر اپنے اموال خرچ کرنے والے ہیں یہ دوست۔ جب امام کمال یوسف صاحب کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ یہ تمہارا ذاتی خرچ تو ہے نہیں (انہوں نے سوچا کہ ایک مہینہ میں دو مہینے کی آمد کے برابر بل وہ کیسے ادا کرے گا۔ تم کو اشاعت قرآن سے جو آمد آ رہی ہے وہ ہمارے پاس جمع ہو رہی ہے میں اس میں سے یہ بل ادا کر دوں گا سو دو سو کا بل ہو تو وہ خود ہی ادا کر دیتا ہے ایک ماہ میں دو ہزار روپے کے بل کا مطلب یہ ہے کہ دو ہزار روپیہ کا بل جتنا وقت خرچ کرنے پر آتا ہے اتنا وقت بھی تو اس نے خرچ کیا ہے نا؟؟؟ میرا اندازہ ہے کہ کئی گھنٹے روزانہ اوسط بنے گی پس بڑی ہی قربانی ہے اس شخص کی جو پورے چندے بھی دیتا ہے اور دین کے کاموں پر بہت سا وقت بھی خرچ کرتا ہے اور اس کے علاوہ گھنٹوں ٹیلیفون پر تبلیغ اسلام

کرتا ہے اور ٹیلی فون کا بل بھی اپنی گرہ سے دیتا ہے یہ دوست بڑی غیرت رکھنے والے ہیں اسلام کے لئے بڑی قربانیاں کرنے والے ہیں اسلام کیلئے بڑی محبت رکھنے والے ہیں اللہ سے اور آنحضرت ﷺ سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اور آپ کے غلاموں سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پانے والے بھی ہیں کیونکہ جو خدا کی راہ میں دیتا ہے وہ خدا سے اس سے زیادہ حاصل بھی کرتا ہے ورنہ بشاشت قائم نہیں رہ سکتی جب تک اللہ تعالیٰ کے پیار کا سلوک اس کا ایک بندہ اس دنیا میں نہیں دیکھتا بشاشت ایمانی نہ پیدا ہوتی ہے نہ قائم رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا وہ ان سے اس دنیا میں ہی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ ادھار رکھنا نہیں چاہتا وہ غیر محدود جلووں کا مالک ہے بے شمار رنگ ہیں ہمارے تصور میں بھی وہ رنگ نہیں آتے جس رنگ میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے یہ لوگ اپنے ربّ سے اس محبت کو پاتے ہیں اور جو ایثار اور قربانی اور فدائیت کے نمونے یہ دکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ پہلے سے بڑھ کر ان پر انعام کرتا ہے اور رحمتیں نازل کرتا ہے سو اس طرح یہ ایک چکر ہے جو چلا ہوا ہے یہ چکر جیسے یہاں چلا ہوا ہے وہاں بھی چل پڑا ہے اور درجنوں ایسے آدمی ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی جنہوں نے خدا کی راہ میں فدائیت اور ایثار کا نمونہ دکھایا اور اللہ تعالیٰ نے انتہائی محبت اور پیار کا سلوک ان سے کیا اور ان کے سینوں کو اپنے نور سے اور اپنی محبت سے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے فرزند جلیل کی محبت سے بھر دیا اور یہ ایک نمونہ بن گئے ہیں اس دنیا کے لئے میں تو ان سے کہتا تھا کہ تمہیں دیکھ کے کچھ امید بندھتی ہے ورنہ جن قوموں سے تم نکلے ہو اگر ان کے کردار اور گزری زیست پر نگاہ کریں تو وہ اس قابل ہیں کہ ہلاک کر دیئے جائیں لیکن جس قوم سے تمہارے جیسے خدا کے پیارے پیدا ہو سکتے ہیں اس قوم میں سے جہاں بارہ نکلیں بارہ لاکھ بھی نکل سکتے ہیں اس لئے ہمیں امید بندھتی ہے کہ شاید تمہاری قومیں بچ جائیں اللہ تعالیٰ کے قہر سے اور قہر کی بجائے رحمت اور پیار کے جلوے جو ہیں وہ ان کو ملاحظہ کریں۔

دیکھو میں ہوں ایک ذرہ ناچیز مجھ سے اگر کوئی احمدی پیار کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا پیار ہے اس کے دل میں آنحضرت ﷺ کا پیار ہے اس کے دل میں مسیح موعودؑ کا پیار ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس شخص کو ایک مقام پر فائز کیا ہے اور اس کے وعدے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ اس لئے اور صرف اس لئے وہ مجھ سے پیار کرتا ہے ورنہ مجھ میں ذاتی کوئی خوبی نہیں اور

اسی قسم کا پیار میں نے وہاں دیکھا کہ دل چاہتا تھا کہ جسم کا ذرہ ذرہ اپنے ربّ پر قربان ہو جائے اوران بھائیوں پر بھی جن کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سراپا محبت بنا دیا۔کوپن ہیگن کی مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر ہمارا یہ غیور اور محبت کرنے والا بھائی میڈیسن میری حفاظت اور پہرے کا بھی خیال رکھتا رہا پھر افتتاح کے موقع پر کم وبیش تین منٹ اس نے بولنا تھا۔ ایک ایک لفظ اس کے گلے میں اٹکتا اس قسم کا جذباتی وہ ہو گیا تھا حالانکہ سکنڈے نیویا کے لوگ اپنے جذبات کا لوگوں کے سامنے اظہار اتنا بُرا سمجھتے ہیں کہ آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ایک دفعہ ہمارا ایک آنریری مبلغ وہاں آیا ہوا تھا اس کو اطلاع ملی کہ اس کا باپ فوت ہو گیا ہے لیکن امام کمال کو پتہ بھی نہیں لگا نہ اس کی زبان نے ظاہر کیا نہ اس کے چہرے نے ظاہر کیا نہ اس کی طرف سے یہ ظاہر ہوا کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچی ہے اس قدر ضبط ہے ان کو اپنے نفسوں پر۔اس کے باوجود پانچ چھ دن جو ہم ٹھہرے معلوم نہیں کتنی دفعہ آبدیدہ ہوئے جذباتی ہو گئے وہ دوست۔

ایک ہمارے بہت ہی مخلص آنریری مبلغ ناروے کے ہیں۔ان کا نام ہے نور احمد۔اس نے اپنی بیوی کو تبلیغ کر کے احمدی کیا وہ اس کا نام رکھوانا چاہتے تھے کیونکہ اسے احمدیت قبول کئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔انہوں نے کہا کہ ہم اکیلا ملنا چاہتے ہیں۔ان کی بیوی اور ایک چھوٹی بچی ہے دو اڑھائی سال کی بڑی پیاری۔سب ملنا چاہتے ہیں۔میں نے ان کو وقت دے دیا۔اتفاقاً ان کی بیوی تو بیمار ہو گئی تو وہ خود اکیلے آئے میرے سامنے جب آ کر بیٹھے تو میں نے دیکھا کہ وہ کانپ رہے ہیں اور خاموش ہیں بات کرتے ہیں تو ایک فقرہ بھی ان کے منہ سے پورا نہیں نکل سکتا۔اس قدر جذباتی ہو گئے تھے۔میں نے ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں پانچ سات منٹ تک میں باتیں کرتا رہا ان کے حالات وغیرہ کے متعلق جب باتوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ اب یہ شخص اپنے نفس پر قابو پا چکا ہے اور جذبات بے قابو نہیں ہیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کام ہے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنی بیوی کا نام رکھوانا ہے اور بچی کا۔بیوی کا نام میں نے ’’محمودہ‘‘ رکھا اور بچی کا نام رکھا ’’نصرت جہاں‘‘ کیونکہ نصرت جہاں ہمیں مسجد بھی ملی اور ایک بچی بھی اللہ تعالیٰ نے دی بچی کا نام نصرت جہاں سن کر تو اس کی باچھیں کھل گئیں میرا خیال ہے کہ اس کی اپنی خواہش یہ تھی کہ یہی نام رکھا جائے لیکن اس نے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔

خیر نام رکھا گیا۔اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کا جسم پھر کانپنا شروع ہو گیا اور اس کے ہونٹ پھڑ پھڑانے لگے اور بڑی مشکل سے اس نے یہ فقرہ ادا کیا کہ دل میں جو جذبات ہیں وہ زبان پر نہیں آ

سکتے''۔ یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے اسے گلے سے لگا لیا۔ اس نے السلام علیکم کہا اور چلا گیا۔
آنکھیں اس کی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں بات ہی نہیں کر سکتا تھا اس قسم کا جذباتی ہو رہا تھا وہ اور تھا وہ اس قوم میں سے کہ اگر اس کا باپ بھی مر جاتا تو وہ نہ بتا تا کہ اس کا باپ مر گیا ہے اور نہ چہرے پر غم کے آثار ظاہر ہوتے لیکن اب ان کے دل اللہ تعالیٰ نے بدل دئے ہیں اب وہ ایسی قوم بن گئے ہیں کہ اپنے اخلاص اور تقویٰ اور اس فضل کی وجہ سے اور اس رحمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ ان پر نازل کر رہا ہے اس پیار کی وجہ سے جس کے وہ نمونے دیکھتے ہیں۔ یہاں کے مخلص بزرگوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں اب ان کی حیثیت ایک شاگرد کی نہیں رہی وہ شاگرد کی حیثیت سے آگے بڑھ گئے ہیں اور جس طرح یہاں کے مخلصین دنیا کے استاد ہیں اور استاد ثابت ہو رہے ہیں اسی طرح وہ بھی دنیا کے استاد ثابت ہو رہے ہیں اور اگر ہم نے سستی سے کام لیا اور وہ قربانیاں نہ دیں جو ہمیں دینی چاہئیں ایسے احمدی کی حیثیت سے جس کا مرکز کے ساتھ تعلق ہے اور جو پاکستان میں رہنے والے ہیں نیز اگر ہم نے اپنی نسلوں کی اعلیٰ تربیت نہ کی تو پھر اللہ تعالیٰ تحریک غلبہ اسلام کا مرکز ایسی قوم میں منتقل کر دے گا جو اس کی راہ میں سب سے زیادہ قربانی دینے والی ہوگی۔ بے شک ہمیں ایک عظیم بشارت دی گئی ہے مگر یہ بشارت ہم پر ایک عظیم ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے جس کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا از بس ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تو کسی سے رشتہ داری نہیں ہے اس لئے اس عظیم ذمہ داری کے پیش نظر ہمیں ہر وقت ڈرتے ڈرتے زندگی کے دن گذارنے چاہئیں کہ ہماری غفلت اور کوتاہی کے نتیجہ میں کہیں اللہ تعالیٰ سلسلہ کے مرکز کو ہم سے چھین کر یا ہماری نسلوں سے چھین کر کسی اور کے سپرد نہ کر دے بوجہ اس کے کہ وہ ہماری یا ہماری نسلوں کی نسبت زیادہ قربانیاں دینے والے اور اللہ سے زیادہ محبت کرنے والے اللہ کی راہ میں فدائیت اور ایثار کے بہتر نمونہ دکھانے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی توفیق دے بہتر سے بہتر خدمت دین اسلام کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم میں کوئی خامی اور نقص اور کمزوری پیدا نہ ہونے دے ہمیں دعائیں بھی کرنی چاہئیں اور کوشش بھی کرنی چاہیئے کہ اس کی توفیق سے ہم ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طور پر نبھاتے رہیں۔

اس وقت انسانیت جس دور میں سے گذر رہی ہے وہ انسانیت کے لئے بڑا ہی نازک دور ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب میں موجودہ انسان کے حالات پر غور کرتا ہوں تو میرا چین چھن جاتا ہے اور مجھے بڑی پریشانی لاحق ہو جاتی ہے کیونکہ اس دور میں اگر کسی انسان پر باقی سب انسانوں کو ہلاکت اور

تباہی سے بچانے کی ذمہ داری پڑتی ہے تو وہ ہم ہیں اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہ کریں تو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے ہوں گے اور دوسری طرف ہم ذمہ دار بن جائیں گے ان قوموں کی ہلاکت کے۔ کیونکہ جو ان سے تعلق رکھنے والی ہماری ذمہ داریاں تھیں وہ ہم نے پوری نہیں کیں حقیقت یہ ہے (اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں اس حقیقت کو دہراتا چلا جاؤں گا۔ جب تک کہ میں اپنے مقصد کو حاصل نہ کرلوں یا اس دنیا سے گذر نہ جاؤں) کہ ہر احمدی کو دنیا کا رہبر اور قائد اور استاد بننے کی اپنے اندر اہلیت پیدا کرنی پڑے گی اور پیدا کرنی چاہئے کیونکہ آج بھی دنیا کو ان سے کہیں زیادہ تعداد میں استادوں اور مبلغین کی ضرورت ہے جو آج ہمارے پاس ہیں لیکن وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب اس ضرورت کی ہماری موجودہ اہلیت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہ ہوگی بلکہ دنیا لاکھوں آدمی مانگے گی دنیا جماعت احمدیہ سے یہ کہے گی کہ ہم سیکھنے کے لئے تیار ہیں تم ہمیں آکر سکھاتے کیوں نہیں؟ کیا جواب ہوگا آپ کے پاس اگر آپ ان کے مطالبات کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے؟ پس میں نے غور بھی کیا میں نے دعائیں بھی کیں اس کے متعلق اور اللہ تعالیٰ نے بڑے زور سے میرے دل میں ڈالا ہے کہ اگلے بیس تیس سال دنیا پر۔ انسانیت پر اور جماعت پر بڑے نازک ہیں۔ ایک نہایت ہی خطرناک عالمگیر تباہی کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً دی ہے جس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ اگر وہ تباہی دنیا پر آگئی تو دنیا میں علاقے کے بعد علاقہ ایسا ہوگا کہ جہاں سے زندگی ختم ہو جائے گی۔ پہلی دو عالمگیر جنگوں میں، نہ ایسا ہوا نہ ایسا ہونا ممکن تھا کچھ آدمی مارے گئے کچھ پرندے بھی مارے گئے ہوں گے کچھ چرندے بھی مارے گئے ہوں گے کچھ کیڑے مکوڑے بھی مارے گئے ہوں گے لیکن کوئی ایک علاقہ ایسا نہیں ہوسکتا تھا جہاں سے زندگی ختم ہوگئی ہو (سوائے دو استثناء کے جو جاپان پر دو ایٹم بم گرانے کے ہیں)

لیکن تیسری عالمگیر تباہی کے متعلق یہ پیشگوئی واضح الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں موجود ہے کہ ایسے علاقے ہوں گے کہ جن میں زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا پھر یہ بھی پیشگوئی ہے کہ اس عظیم ہلاکت کے بعد (اگر اس ہلاکت سے قبل یہ اقوام اسلام کی طرف اور اپنے پیدا کرنے والے اللہ کی طرف نہ آگئیں) اسلام بڑی کثرت سے دنیا میں پھیل جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ نظارہ دکھایا گیا آپ نے دیکھا کہ روس میں اس قدر احمدی ہیں جس قدر کہ ریت کے ذرے ہوتے ہیں۔ آپؑ

نے فرمایا کہ ریت کے ذروں کی طرح میں نے وہاں احمدیوں کو دیکھا ہے۔

میں نے اپنے سفر میں یورپ والوں کو کہا کہ جہاں تک روس کا تعلق ہے پیشگوئی بڑی واضح ہے لیکن یورپ کی طاقت کے تباہ ہونے اور ان اقوام کے کثرت سے بچ جانے کے متعلق کوئی واضح الہام میرے علم میں نہیں ہے اور اس لئے مجھے تمہارے متعلق زیادہ فکر ہے اس لئے ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے بچاؤ کی فکر کرو تمہیں سوائے اللہ کے آج اور کوئی بچا نہیں سکتا اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو تا کہ تمہیں بچایا جائے۔

اگر آج وہ میری نصیحت کو مانیں اور اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کریں تو کل وہ ہم سے مطالبہ کریں گے کہ ہمیں دس ہزار (یا شاید اس سے بھی زیادہ) مبلغ اور استاد چاہئیں جو ہمیں دین اسلام سکھائیں تو میں انہیں کیا جواب دوں گا؟ کیا میں یہ کہوں گا کہ میں نے تمہیں اس ابدی صداقت کی طرف بلایا تو تھا لیکن تمہارے دلوں میں صداقت کو قائم کرنے کے لئے میرے پاس کوئی انسان نہیں ہے اسی لئے میں پریشان رہتا ہوں اور اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ ہر احمدی مرد اور احمدی عورت دنیا کا رہبر بننے کی اہلیت پیدا کرلے تا کہ جب انسان ہمیں یہ کہہ کر پکارے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنی طرف بلایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو پکار کے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ہم اس جھنڈے تلے جمع تو ہو رہے ہیں لیکن اس جھنڈے کا سایہ جو اسلام سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ہمیں حاصل ہو سکتا تھا (ٹھنڈا رحمت کا سایہ) وہ ہم پر نہیں پڑا۔ معلم اور استاد بھیجو تا وہ ہمیں دین اسلام سکھائیں اور تا وہ ان باتوں کو واضح کریں وہ تعلیم وہ ہدایتیں ہمیں دیں جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں اور اس کے جواب میں میں یا کوئی اور جو میرے بعد آنے والا ہے۔ وہ یہ کہے کہ میرے پاس تو آدمی نہیں میں تمہاری مدد کیسے کروں؟ کیا خلیفہ وقت کا یہ جواب جو آپ کی طرف سے دیا جائے ہمارے خدا کو پیارا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اپنے بچوں کے ذہنوں میں، ان کے دلوں میں یہ چیز گاڑ دو کہ ہر چیز کو قربان کر کے بھی دین اسلام سیکھنے انوار قرآن حاصل کرنے کی طرف توجہ دو نہ پہلوں نے دنیا کمانے سے آپ کو روکا نہ میں روکتا ہوں دنیا کمائیں دین کی مضبوطی کے لئے دنیا کے عیش کے لئے نہیں اور دنیا کماتے ہوئے بھی اتنا دین سیکھ لیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کی آواز آپ

کے کان میں پہنچے کہ اعلائے کلمہ اسلام کے لئے اور دین اسلام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اور ان اقوام کو جو اسلام کی طرف جھک رہی ہیں اور رجوع کر رہی ہیں ان کو اسلام کی تعلیم سکھانے کے لئے آدمی چاہئیں تو آپ میں سے ہر ایک اس قابل ہو کہ انہیں اسلام سکھا سکے اور اس بات کا عزم اپنے دل میں رکھتا ہو کہ وہ دنیا کے ہر کام کو چھوڑ دے گا اور اسلام کے سکھانے کے لئے جہاں ضرورت ہوگی چلا جائے گا تو یہ تڑپ ہے جو میرے دل میں ہے یہ پریشانی ہے جو لاحق ہے جو بعض دفعہ میری نیند کو بھی حرام کر دیتی ہے میں ہمیشہ دعائیں کرتا رہتا ہوں آپ کے لئے بھی اور اپنے لئے بھی اور ساری دنیا کے لئے بھی اور میں اپنے ربّ سے کہتا ہوں کہ اے میرے پیارے ربّ! تو نے آج تک ہمیشہ پیار کی نگاہ مجھ پر رکھی ہے آئندہ بھی ہمیشہ پیار ہی کی نگاہ رکھنا اور مجھے یہ توفیق دینا کہ جماعت کی رہبری اور قیادت کے لئے جو ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے وہ میں اچھی طرح نبھا سکوں۔ تا کہ یہ تیری پیاری جماعت اور میری پیاری جماعت تیرے سامنے شرمندہ نہ ہو خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

(روزنامہ الفضل ۴؍اکتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۷)

☆......☆......☆